OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

آزاد کشمیر میں شادی بیاہ کی تقریبات میں ہندوانہ رسوم کی آمیزش: ایک تحقیقی مطالعہ

Mixture of Hindu Rituals in Wedding Ceremonies in Azād Kashmīr: A Research Study

Dr. Hafiz Muhammad Abrar Awan
PhD (Islamic Studies) Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore, Pakistan
Majid Nawaz Malik
PhD Researcher Islamic Learning, University of Karachi, Karachi, Pakistan
Javed Ghani
M Phil Islamic Studies, Qurtuba University of Science and Information Technology, D I Khan

Abstract

With the beginning and evolution of society, customs and traditions are also born. Rituals do not appear suddenly in any society but there are ancient beliefs and ideologies behind them. Similarly, their customs and traditions have a profound effect on the civilization and culture of the nations. The Muslims of Azad Kashmir are also suffering the loss of life and property due to the frivolous customs of the Hindus. As Muslims, our way of life must reflect the teachings of Islam. For some time now, the Muslims of Azad Kashmir have been involved in some superstitions and rituals in marriage, that is completely contrary to the teachings of Islam. in this context, the article under consideration is of utmost importance

CC BY

and there is an urgent need to work on it. This article will examine the superstitions of Muslim families in Azad Kashmir in their marriages, and their rituals have been described in the light of Islamic teachings.

Keywords: Azād Kashmīr, Hindu Rituals, Wedding Ceremonies, Mixture, study

تعارف

آزاد کشمیر ایک خوبصورت قطعہ زمین ہے جہاں مختلف وفود اور قافلوں کی آمد جاری رہی۔ یہی وجہ تھی کہ آزاد کشمیر کی رسم ورواج مختلف اقوام وملل سے مستعار ہیں۔ آزاد کشمیر میں رہنے والے مسلمانوں اسلامی ثقافت اوراسلامی تعلیمات پر کار فرماہیں البتہ ان کے رسوم ورواج میں کچھ ہندوانہ رسمیں بھی دخیل کر چکی ہیں۔ بحیثیت مسلمان ہم پر لازم اور ضروری ہے کہ ہمارا طرز حیات اسلامی تعلیمات کا عکاس ہو۔ پچھلے کچھ عرصہ سے آزاد کشمیر کے مسلمانوں میں شادی بیاہ میں کچھ ایسی خرافات اور رسوم شامل ہو چکی ہیں جو مکمل طور پر اسلامی تعلیمات کے منافی اور متضاد ہیں جن کا خاتمہ از حد ضروری ہے۔ اس پس منظر میں زیر نظر مقالہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اوراس پر کام کرنے کی بھی اشد ضرورت محسوس کی گئی۔ اس مقالہ میں آزاد کشمیر کے مسلمان گھرانوں کی شادیوں میں ہونے والی خرافات کا جائزہ لیاجائے گا اوراسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کے احکام کو بیان کیا گیاہے۔

رسم ورواج کی ضرورت

ایک آزاد قوم کے تاریخی ارتقاءسے جو رسم و رواج وجود میں آتے ہیں وہ اس ملک و قوم کی خصوصیات، ملکی طرزِ عمل اور ترجیحات کا آئینہ دار ہوتے ہیں۔ محکوم قوموں کے رسم ورواج میں محکومانہ اثرات بہت واضح اور نمایاں ہوتے ہیں۔ زوال پذیر قوموں کے رسم ورواج آہستہ آہستہ تقلید' احساس کمتری اور تنزلی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ کسی قوم کے جغرافیائی حالات، کیفیات اور معاشی حالات بھی بہت سی رسموں کو وجود میں لانے اور ان کی اشاعت کا سبب بن جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے بہت سی فضول رسمیں بھی جنم لیتی ہیں۔ جن کا ایک معاشرے پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ موجودہ رسم ورواج میں تبدیلی اور اصلاح کرنے کا معاملہ آزاد کشمیر کے مسلمانوں کا اہم ترین معاشرتی مسئلہ ہے۔ اپنائی ہوئی رسموں میں سے بہت سی رسمیں بُری اور معیوب ہیں۔ کچھ رسمیں اسلامی تعلیمات کے منافی اور اسلامی ثقافت سے متضاد ہیں جس کی بنیادی وجہ غیر اسلامی اثرورسوخ اور نظریات کو اپنانا ہے۔ رسمیں ہر معاشرے کی اہم ضرورت رہی ہے۔ انسان چاہیے کسی بھی معاشرے سے تعلق رکھتا ہو وہ اس معاشرے سے منسلک رسم ورواج کو نبھانے کا پابند ہوتا ہے۔ چاہے وہ رسم ورواج اس کی شخصیت اور طبیعت سے مطابقت رکھتے ہوں یانہ رکھتے ہوں۔ معاشرے کی تہذیب وثقافت، ذہنی رجحانات، مذہبی نظریات اور طرزِ معاشرت پر انکا گہرا اثر ہوتا ہے۔ ہر قوم اور ہر معاشرے میں اچھی اور بُری رسمیں پائی جاتی ہیں۔ ترقی یافتہ اقوام میں اچھی رسمیں زیادہ اور بُری رسمیں کم ہیں۔ قومی ترقی

اور معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے لازمی ہے کہ وقت کے ساتھ رسم و رواج میں تبدیلی کی جائے۔ جو قومیں اس اصول پر عمل کرتی ہیں وہی کامیاب ہوتی ہیں۔ رسم ورواج کی نوعیت اگرچہ قانون سے مختلف ہوتی ہے لیکن معاشرہ کے افراد رسم ورواج کو قانونی طور پر اختیار کر لیتے ہیں اور دستور کی طرح ان پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔ بعض لوگ روایات کی بناء پر رسم ورواج کی پابندی کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ صاحبزادہ محمد امانت رسول لکھتے ہیں:

"آج کی دنیا میں قوانین کی بنیاد علمی اور فکری ہے۔ مگر زمانہ قدیم میں قانونی طوپر رسم ورواج ہوتے تھے۔ رسم و رواج کسی معاشرے کے اخلاقی اور رہنمائی کرنے والے ایسے بنیادی اصول تشکیل دیتے ہیں۔ جنہیں صدیوں کی روایات اور دانشمندی سے تراشا ہے۔ اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں جو قانون اور رسمیں چلی آرہی ہیں۔ انہیں اسلام نے بہت کم ادا کیا۔ بہت سی رسموں کو بناترمیمات کے من وعن قبول کیا۔ کسی بھی معاشرتی نظام میں خاندان کو بنیادی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ خاندان کی بنیاد اکثر شادی بیاہ ہی ہوتی ہیں۔ ان میں نکاح کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس طرح شادی کے بعد علیحدگی کے سلسلے میں اسلامی شریعت نے بعض کو قبول کیا اور بعض کو رد کر دیا۔ معاشرے کے لیے قانون لازمی ہے۔ اسی طرح جیسے انسان کے لیے معاشرہ لازمی ہے۔ کوئی بھی معاشرہ قانون اور ضابطوں سے خالی نہیں اور یہ ضابطے جو افراد کے آپس کے تعلقات کو منظم کرتے ہیں۔ یہ ضابطے رسم ورواج عرف سے عبارت ہوتے ہیں۔ جس کے مطابق لوگ اپنے کام سرانجام دیتے ہیں[1]"

رسم ورواج کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

رسم ورواج کی جو مسلمہ حقیقت ہے اس کا انکار ممکن نہیں۔ اسلامی تعلیمات کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسم ورواج کی اہمیت ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:"قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي اِبْـرٰهِيْمَ وَالَّـذِينَ مَعَـه ‌اِذْقَـالُوْا لِقَـوْمِهِم اِنَّـا بُـرَءٰٓؤُا مِـنْكُمْ وَ مِمَّاتَعْبُـدُوْنَ مِـنْ دُوْنِ اللّٰـهِ كَفَرْنَـابِكُمْ وَبَدَابَيْنَنَاوَبَيْنَكُمُ العَدَاوَةُ وَالبَغضَاءُ اَبَدًا حَتّٰى تُوْمِنُوْ بِاللّٰهِ وَحْدَه"[2] " یقینا تمہارے لیے ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم بری ہیں تم سے اور اس سے جس کی اللہ کے علاوہ تم عبادت کرتے ہو۔ ہم تمہارا انکار کرتے ہیں اور ہمارے تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض کھلم کھلا ظاہر ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ۔" حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:"مَـــن تَشَـــبهَ بِقَـــومٍ فَهُـــوَ مِنهُم۔"[3]"جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے" اس سے معلوم ہوا کہ اچھے رسم ورواج معیار ہیں اور جنہیں اپنانے کا حکم دیا گیا ہے اور برے رسم ورواج سے احتراز لازم ہے اور جو شخص کسی برے رسم ورواج پر عمل کرتا ہے تو جس قوم کے وہ رسم ورواج ہوتے ہیں اسے بھی انہیں میں سے شمار کیا جاتا ہے۔

رسوم کی بنیاد عرف وعادت پر ہے

رسوم کا دارمدار عرف وعادت پر ہوتا ہے۔ جس ملک وشہر کا جو عرف وعادت معروف ہوتا ہے اس کے مطابق ہی رسوم ورواج وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ رسوم کے بارے میں محمد امجد علی اعظمی "بہار شریعت" میں لکھتے ہیں "رسوم کی بناء عرف پر ہے یہ کہ

کوئی نہیں جانتا کہ شرعاً یہ رسمیں واجب یا سنت یا مستحب ہیں۔ لہذا جب تک کسی رسم کی ممانعت شرعاً ثابت نہ ہو اسے اس وقت تک حرام و ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ زبر دستی ممنوع قرار دینا زیادتی ہوگی۔ مگر یہ لازم ہے کہ رسموں کی پابندی اس حد تک ہو کہ کسی حرام کام میں مبتلا ہونے کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ بعض لوگ اس قدر پابندی کرتے ہیں کہ ناجائز کام کرنا پڑ جائے یہ رسم کو چھوڑنا گوارا نہیں کرتے۔ مسلمانوں کو فضول رسومات سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔[4]" آزاد کشمیر کے لوگوں میں ہندوانہ رسم و رواج کس قدر پائے جاتے ہیں یہ جاننے کے لیے سروے کا طریقہ کار اختیار کیا گیا۔ سروے کے ذریعے لوگوں میں شادی بیاہ، غمی اور مذہبی رسومات کا جائزہ لیا گیا۔ اس سروے کا نتیجہ یہ اخذ ہوا کہ آزاد کشمیر کے مسلمان ہندوانہ رسم و رواج میں بُری طرح جکڑے ہوئے ہیں۔ مسلمان غمی، خوشی، عبادات، رسم و رواج، شکل و صورت، لباس اور تہذیب و ثقافت میں بہت حد تک ہندو کی نقالی کرتے ہیں۔ ہندوانہ رسوم و رواج ان کی عملی زندگی میں داخل ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے اسلامی تہذیب و ثقافت بُری طرح متاثر ہوئی ہے۔ کسی بھی معاشرے میں مختلف قسم کے رسم و رواج کی پیدائش اور مقبولیت کے جتنے بھی اسباب ہو سکتے ہیں وہ سارے کے سارے اس خطے میں موجود ہیں۔ مختلف ممالک سے جو مسلمان یہاں آئے وہ مذہبی رسموں کے علاوہ اپنے ملکی رسم و رواج پر بھی عمل پیرا تھے اور یہاں آنے کے بعد رفتہ رفتہ کچھ مقامی رسم و رواج بھی اختیار کیے گئے۔ اسی طرح آزاد کشمیر کے مسلمانوں پر ہندوستان کے رسم و رواج کا بہت اثر ہے۔ اسی طرح کشمیر کے اور بھی بہت سے پڑوسی ہیں لیکن اس کا سب سے زیادہ تعلق ہندوستان سے رہا ہے اور وہاں کی تہذیب و ثقافت سے بہت اثر لیا گیا ہے۔ محمد زبیر بھٹی لکھتے ہیں: "ہندوستان کے مذاہب کشمیریوں پر اثر انداز رہے ہیں۔ ہندوستان میں ہندو مذہب تھا تو کشمیر میں بھی ہندو مت نے زور پکڑا ہندوستان میں بدھ مت ختم ہوا تو یہاں بھی بدھ مت کی بجائے پھر سے ہندو مذہب اپنا لیا۔ ہندوستان میں اسلام نے غلبہ حاصل کیا تو کشمیر میں بھی اکثریت مسلمانوں کی ہو گئی۔ کشمیر اور ہندوستان کی تہذیب و ثقافت میں گہرا رابطہ رہا ہے۔[5]" اس سے معلوم ہوا کہ آزاد کشمیر کے رسوم و رواج میں ہندوانہ رسوم و رواج کا دخل ہے۔ شادی بیاہ سے متعلق پائی جانے والی اکثر رسمیں وہ ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ہندوانہ رسوم ہیں۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: "نکاح اسلام میں عبادت ہے۔ کبھی تو فرض ہے اور اکثر سنّت۔ مگر ہندوستان میں موجودہ زمانہ میں نکاح ان ہندوانی اور حرام رسموں اور فضول خرچیوں کی وجہ سے وبالِ جان بن گیا ہے۔ اس کا نام شادی خانہ آبادی ہے، اب ان رسموں نے اسے بنا دیا شادی خانہ بربادی بلکہ خانہا بربادی۔ کیونکہ اس میں لڑکے اور لڑکی دونوں کے گھروں کی تباہی آتی ہے۔"

آزاد کشمیر میں شادی بیاہ کی رسوم

ذیل میں آزاد کشمیر میں موجود شادی بیاہ کی رسوم و رواج کا جائزہ لیا جائے جن میں ہندوانہ رسوم و رواج داخل ہو چکی ہیں۔

ستارے ملا کر رشتہ کرنا

ایک ہندوانہ رسم جس میں مسلمان بُری طرح پھنس چکے ہیں وہ ستارے ملا کر رشتہ کرنا کرنا یعنی رشتہ کرنے سے پہلے لڑکا اور لڑکی کے ستارے ملائے جاتے ہیں۔ ان ستاروں کو ملانے کے لیے مخصوص قسم کے نجومی لوگ ہوتے ہیں جو الٹا سیدھا حساب لگا کر

بتاتے ہیں کہ رشتہ مناسب رہے گا یا نہیں۔ یہ بالکل غیر شرعی اور ہندوانہ رسم ہے۔ ستاروں کا نکاح اور تقدیر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اس رسم کی تردید صحیح بخاری شریف کی اس روایت سے ہوتی ہے:" قَالَ قَتَادَة (وَلَقَد زِينَاالسَّمَا ءَ المَصَابِيحَ) خَلَقَ هَذٰه النَّجَومِ لَثَلَثَ: جَعَلَهَا زِينَهِ لِلسَّمَاءوَرَجُومَاًلِلشَّيَاطِينَ وَعَلَامَاتِ يَهتَدِى بِهَافَمَن فِيهَا البَغِيرِ ذَالِكَ اخَطَاءَ وَافتَاعَ نَصِيبَه وَتَكَلَف مَالَاعَلِمِ لَه' بِه"[6] حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ عزوجل کا ارشاد ہے اور بلاشبہ ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے مزین کیا یہ ستارے تین قسم کے فائدے کے لیے پیدا کیے ہیں۔ آسمان کی زینت کے لیے اور شیطانوں کو سنگسار کرنے کے لیے اور علامتیں ہیں جن سے راستہ جانا جاتا ہے۔ جس نے ان کے علاوہ کوئی اور تاویل کی اس نے غلطی کی اور علم سے اپنا حصہ ضائع کیا اور اس کا تلف کیا جس کا اسے علم نہیں۔" مفتی احمد یار خان نعیمیؒ لکھتے ہیں: ''منگنی دراصل نکاح کا وعدہ ہے اگر یہ نہ ہو جب بھی کوئی حرج نہیں۔ لہٰذا بہتر تو یہ ہے کہ منگنی کی رسم بالکل ختم کر دی جائے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور سوائے نقصان کے اس سے کوئی فائدہ نہیں غالباً ہم نے یہ رسمیں ہندوؤں سے سیکھی ہیں کیوں کہ سوائے ہندوستان کے اور کہیں یہ رسم نہیں ہوتی بلکہ عربی اور فارسی زبانوں میں اس کا کوئی نام بھی نہیں۔ اس کے جتنے نام ملتے ہیں سب ہندی زبان کے ہیں۔ چنانچہ منگنی، سگائی، کڑمائی، ساکھ یہ اس کے نام ہیں اور ان میں کوئی بھی عربی فارسی نہیں۔[7]''

رسم حنا

آج کل جس طریقے اور جس شان و شوکت کے ساتھ یہ رسم ادا کی جارہی ہے اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے وہ کم ہے اور یہ کھلم کھلا رب تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کا باعث ہے۔ بعض لوگ قرض لے کر رسم کی ادائیگی کرتے ہیں۔ یہ سب فضول رسمیں ہیں ۔یہ مال میں اسراف اور فضول خرچی ہے ۔ فضول خرچی کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے:"كُلُوْ اوَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا" [8]:'' کھاؤ پیو لیکن فضول خرچی سے بچو۔'' اسلام نے واضح لفظوں میں فضول خرچی کی مذمت کی ہے۔ علاوہ ازیں اس رسم میں اور بھی کئی خرافات اور خرابیاں موجود ہیں۔ چنانچہ احمد چشتی لکھتے ہیں: رسم حناء کو خاص الخاص نوجوان لڑکیوں سے منسوب کیا گیا ہے وہ رسمِ حناء ادا کرنے کے لیے دولہے کے گھر جاتی ہیں۔ تمام راستے نوجوان لڑکیاں بے پردہ ہو کر ہاتھ میں پلیٹیں سجائے غیر محرموں کے سامنے سے گزرتی ہیں۔ کہہ سکتے ہیں کہ بے ہودہ رسم کے ذریعے ہم مسلمانوں کی اپنی اولاد ہماری غیرت کا جنازہ اپنے ہاتھوں سے نکالتی ہے۔ یہ ہندوانہ رسم ہے اس لیے اس ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ اس رسم میں خود بھی شریک نہ ہوں اور اپنی اولاد کو بھی شریک نہ ہونے دیں۔ ویسے بھی شریعت میں دولہا کو مہندی لگانا جائز نہیں۔[9]'' اس سے معلوم ہوا کہ رسم حنا میں جہاں فضول خرچی ہے وہیں اس میں کئی دیگر خرافات بھی موجود ہیں۔ ام عبد المنیب رسم حنا سے متعلق چند مزید خرابیوں کا تفصیلاً ذکر کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں: ''بعض خاندانوں میں مہندی کی رسم کے لیے کارڈ چھپوانا، مووی بنانا، کپڑے بنانا، خصوصاً پیلے رنگ کے کپڑے پہننا، لڈی وغیرہ ڈالنا، میوزک شو کروانا، تھالوں میں بھر کر لڑکی والوں کا مہندی لے کر جانا، لڑکی کی سہیلیوں کا اکھٹے ہو کر مہندی لگانا۔ یہ خالصتاً ہندوؤں کا مذہبی رنگ ہے۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے غیر مسلم کے

شعار کو اختیار کرنا جائز نہیں۔ ان فضول رسموں سے ہمیں بچنا چاہیے تاکہ اسلام کو زندہ رکھ سکیں۔[10]" مفتی امجد علی اعظمیؒ ان خرافات کی تباہ کاریاں اور نقصانات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ناچ باجے آتش بازی حرام ہیں۔ کون اس کی حرمت سے واقف نہیں مگر بعض لوگ ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ یہ نہ ہوں تو گویا شادی ہی نہ ہوئی، بلکہ بعض تو اتنے بے باک ہوتے ہیں کہ اگر شادی میں یہ محرمات نہ ہوں تو اُسے غمی اور جنازہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک تو گناہ اور شریعت کی مخالفت ہے، دوسرے مال ضائع کرنا ہے، تیسرے تمام تماشائیوں کے گناہ کا یہی سبب ہے اور سب کے مجموعہ کے برابر اس پر گناہ کا بوجھ۔ آتش بازی میں کبھی کپڑے جلتے کبھی کسی کے مکان یا چھپر میں آگ لگ جاتی ہے کوئی جل جاتا ہے۔ ناچ میں جن فواحش و بدکاریوں اور مخرب اخلاق باتوں کا اجتماع ہے ان کے بیان کی حاجت نہیں، ایسی ہی مجلسوں سے اکثر نوجوان آوارہ ہو جاتے ہیں، دھن دولت برباد کر بیٹھتے ہیں، بازاریوں سے تعلق اور گھر والی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیسے بُرے بُرے نتائج رونما ہوتے ہیں اور اگر ان بیہودہ کاریوں سے کوئی محفوظ رہا تو اتنا ضرور ہوتا ہے کہ حیا و غیرت اٹھا کر طاق پر رکھ دیتا ہے۔ بعضوں کو یہاں تک سنا گیا ہے کہ خود بھی دیکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ جوان بیٹوں کو دکھاتے ہیں۔ ایسی بد تہذیبی کے مجمع میں باپ بیٹے کا ساتھ ہونا کہاں تک حیا و غیرت کا پتا دیتا ہے۔[11]"

بارات والے دن کی غیر ضروری رسومات

مہندی کا دوسرا دن بارات کا دن ہوتا ہے۔ شادی کے لیے دولہا دلہن کے جو دوست نامزد ہوتے ہیں وہ بارات والے دن باقاعدہ دوستی لے کر آتے ہیں۔ اس دن دوپہر سے پہلے دلہن کی "دوستانی" اپنے گھر سے بزرگ عورتوں کی سربراہی میں دوستی لاتی ہیں۔ ساتھ دلہن کے لیے کپڑے، جوتے اور دوسرے تحائف بھی۔ اسی طرح "شہ بالا" بھی اپنے گھر سے بہت سے لوگوں کے ساتھ دوستی لاتا ہے۔ جنہیں خصوصی طور پر اس کے لیے وہ مدعو کرتا ہے۔ یہاں دوستوں کی بھرپور دوستی کی جاتی ہے۔ دوستوں کی تعداد ایک سے زیادہ بھی ہو جاتی ہے۔ بارات کی روانگی سے قبل دولہے اور بارات میں شامل لوگوں کو وہی دہی چاول کھلائے جاتے ہیں۔ بارات روانہ ہونے سے قبل دولہا کی بہنیں "لاگ" وصول کرتی ہیں۔ راجہ خضر اقبال بارات کی روانگی کے متعلق لکھتے ہیں کہ "مقررہ تاریخ کو دولہے والے اپنے قریبی رشتے داروں اور اہل محلہ کے ہمراہ لڑکی کے گھر روانہ ہوتے ہیں۔ اکثر اوقات لڑکے کے عزیز دوست اٹھکیلیاں کرتے ہوئے بارات کے ساتھ جاتے ہیں۔ پہلے دولہا رشتے داروں کے ہمراہ پیدل سفر کر کے لڑکی کے گھر جاتا ہے۔ پھر اسے گھوڑی پر بٹھایا جانے لگا اور اب بارات گاڑیوں پر جاتی ہے۔ جب باراتی دلہن کے گھر پہنچتے ہیں تو دولہا کو شربت یا دودھ پلایا جاتا ہے۔ اس موقع پر دولہا دودھ یا شربت پلانے والوں کو پیسے دیتا ہے۔ بارات میں گھر کی معمر خاتون کے پاس ایک صندوق ہوتا ہے جس میں دلہن کے کپڑے اور زیورات ہوتے ہیں۔ بارات والے دن باراتی ڈھول باجے بجاتے، آتش بازی کے گولے چھوڑتے دلہن کے گھر پہنچتے ہیں۔ دلہن کے گھر والے باراتیوں کے لیے خصوصی طور پر بہت اچھے کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ لڑکی والوں کو فکر لگی رہتی ہے کہ ہماری عزت رہ جائے۔ اس لیے وہ بھاگ بھاگ کر لڑکے والوں کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ واپسی پر لڑے والوں کو کھانا دے کر بھیجا جاتا ہے۔ اس موقع پر "بری" کی نمائش بھی کی

جاتی ہے۔ دولہا کے لیے خصوصی طور پر سوٹ تیار کروایا جاتا ہے جو کہ لڑکی والوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ عورتیں دولہا کو سلامی بھی دیتی ہیں۔ دلہن عموماً غرارہ یا شرارہ پہنتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کو زیورات سے لاد دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد دولہا کو عورتوں والے حصے میں لایا جاتا ہے اور دلہن کے ساتھ بٹھایا جاتا ہے۔ ہنسی مذاق کا سلسلہ چلتا ہے۔ دولہا دلہن کو مٹھائی کھلائی جاتی ہے۔ دلہن کے گھر میں جوتا چھپائی کی رسم بھی ہوتی ہے۔ جوتے کے بدلے رقم مانگی جاتی ہے۔ غرض خوب ہلہ گلہ کیا جاتا ہے۔ حکیم الامتؒ لکھتے ہیں: "یہ رسمیں ساری ہندوانی ہیں جس میں عورتوں مردوں کا اختلاط یعنی میل جول ہے۔ گانا بجانا یہ بھی حرام ہے۔[12]" مفتی امجد علی اعظمیؒ لکھتے ہیں: "اکثر گھروں میں رواج ہے کہ شادی کے ایام میں رشتہ دار اور محلے کی عورتیں جمع ہو کر ڈھولک بجاتی اور گیت گاتی ہیں، یہ حرام ہے کہ اولاً ڈھول بجانا ہی حرام پھر عورتوں کا گانا، مزید یہ کہ عورت کی آواز نا محرموں کو پہنچانا اور وہ بھی گانے کی اور وہ بھی عشق و ہجر و وصال کے اشعار یا گیت۔ جو عورتیں اپنے گھروں میں بات کرتے وقت گھر سے باہر آواز جانے کو معیوب جانتی ہیں ایسے موقعوں پر وہ بھی شریک ہو جاتی ہیں گویا ان کے نزدیک گانا کوئی عیب ہی نہیں کتنی ہی دور تک آواز جائے کوئی حرج نہیں نیز ایسے گانے میں جوان کنواری لڑکیاں بھی شریک ہوتی ہیں۔ ایسے اشعار پڑھنا یا سننا کس حد تک ان کے دبے ہوئے جوش کو ابھارے گا اور کیسے کیسے ولولے پیدا کرے گا اور اخلاق و عادات پر اس کا کہاں تک اثر پڑے گا یہ باتیں ایسی نہیں جن کے سمجھانے کی ضرورت ہو یا ثبوت پیش کرنے کی حاجت ہو[13]"

مکلاوہ

آزاد کشمیر میں شادی بیاہ کی رسوم میں سے ایک ہندوانہ رسم مکلاوہ کی رسم بھی ہے۔ مکلاوہ کی رسم یہ ہے کہ ولیمہ والے دن لڑکی والے لڑکے کو واپس اپنے گھر لے جاتے ہیں۔ پھر دولہا کے گھر والے دولہن کے گھر جاتے ہیں اور ان کے پاس مٹھائی کی ٹوکریاں ہوتی ہیں اور جب دولہا والے دولہن کو واپس لے کر جاتے ہیں تو اسی طرح کی عنایات دولہن والوں کی طرف سے دولہا والوں پر ہوتی ہیں۔ چنانچہ ام عبد المنیب لکھتی ہیں: "کلاوہ بھی ہندوانہ رسم ہے۔ ولیمہ والے دن لڑکی والے لڑکی کو اپنے گھر واپس لاتے ہیں۔ دولہا کے ساتھ بھونڈے قسم کے مذاق کیے جاتے ہیں۔ دولہا دلہن کو لینے کے لیے دولہا کے گھر والے مٹھائی کی ٹوکریاں لاتے ہیں۔ واپسی کے وقت دلہن کے گھر والے آنے والوں کو جوڑے اور مٹھائی دے کر بھیجتے ہیں۔ یہ رسم سراسر تکلف ہے اور غیر شرعی بھی۔ ان رسموں میں بہت قباحتیں موجود ہیں۔[14]" یہ سب رسمیں شریعت کے لحاظ سے درست نہیں اور اس کی چند وجوہات ہیں۔

۱۔ یہ رسوم غیر ضروری اور فضول خرچی پر مبنی ہیں۔

۲۔ یہ رسوم غیر ثابت اور غیر مسنون ہیں جس کا کوئی مفاد بھی نہیں۔

۳۔ جن رسومات کو ہندو یا کافر عیسائی وغیرہ کرتے ہیں وہ سب ان قوموں کا رواج اور شعار ہیں۔ کفار اور یہود و نصاری سے دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "يٰٓاَيُّهَاالَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا اليَهُودَ وَالنَّصٰرٰى اَولِيَاءَ بَعْضُهُمْ اَولِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِنكُمْ فَاِنَّه' مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَايَهْدِى القَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔[15]" اے لوگو جو ایمان

لائے ہو یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اگر تم ان میں سے کوئی ان کو دوست بناتا ہے تو اس کا شمار بھی انہی سے ہے۔ یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی راہنمائی سے محروم رکھتا ہے۔" لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ جو رسوم ورواج کفار اور یہود ونصاریٰ کا شعار ہیں، مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ وہ تمام رسومات جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں اور جو فضول خرچی اور اسراف پر مشتمل ہیں، ان سے وقت اور مال کا ضیاع ہوتا ہے اس سے اجتناب برتنا ضروری ہے۔

بَری

بَری اصل میں وہ تمام چیزیں ہوتی ہیں جو بارات والے دن دولہا کے گھر والے دلہن کے لیے لے کر جاتے ہیں۔ بَری میں دلہن کے کپڑے، جوتے، زیورات اور بناؤ سنگھار کا سامان ہوتا ہے۔ آزاد کشمیر کے مسلمانوں میں بارات والے دن بَری لے جانے والا رواج عام ہو گیا ہے جو کہ صرف اور صرف نمود ونمائش اور دکھاوا ہے۔ یہ رسم بھی یہاں کے مسلمانوں میں ہندوؤں کی وجہ سے آئی۔ بَری کا مقصد دلہن والوں کو صرف اپنی بڑھوتری دکھانا ہے۔ چنانچہ ام عبد المنیب لکھتی ہیں "بَری ان اشیاء کو جو سسرال والے دلہن کو مہیا کرتے ہیں کہا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں یہ ایک اہم اور مہنگی رسم بن گئی ہے۔ لوگ دکھاوا کرتے ہیں اور اپنی ناک اونچی رکھنے کے لیے بہت زیادہ زور لگاتے ہیں۔ سسرال والے دلہن کو کپڑے اور دیگر تحائف دے سکتے ہیں لیکن اپنی حیثیت کے مطابق اس میں فضول خرچی نہ ہو۔ اشیاء دلہن کی ضرورت کے مطابق ہونے چاہیے۔ لیکن اس کے برعکس بَری بنانے میں دکھاوے کی نیت رکھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر بڑھ چڑھ کر خرچ کیا جاتا ہے۔[16]"

جہیز

کشمیر میں شادی کی رسوم میں ایک رسم جہیز کی ہے۔ عصر حاضر میں جہیز ایک لعنت ہے جس کی وجہ سے بہت ساریاں مسلمان بچیاں نکاح کی بندھن میں بندھ نہیں پاتیں۔ چنانچہ ڈاکٹر مظفر حسین ملک لکھتے ہیں: ''شادیوں میں طرح طرح کی رسمیں کی جاتی ہیں ہر ملک میں نئی نئی رسمیں ہر قوم وخاندان کے رواج اور طریقے جدا جدا ہیں۔ آزاد کشمیر معاشرہ میں شادی بیاہ کے موقع پر بے شمار رسم ورواج مروج ہیں جو ہر لحاظ سے قابلِ اعتراض ہیں۔ لیکن سب رسموں میں سب سے نمایاں رسم جہیز ہے۔ جبکہ اسلام نے بیٹیوں کا بھی جائیداد میں حصہ رکھا ہے۔ نیز انہیں خاوند کی جائیداد میں بھی حصہ ملتا ہے۔ اس لیے جہیز کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔[17]" موسیٰ خان جہیز کا پس منظر کچھ یوں بیان کرتے ہیں: ''ہمارے ہاں شادی بیاہ کی بہت سی رسمیں ہندوؤں سے مستعار لی گئی ہیں۔ کیونکہ برصغیر میں مسلمانوں کی فتوحات اور آمد سے قبل ہندوؤں کا راج تھا۔ جو ان گنت خداؤں اور بُری رسموں کے پجاری تھے اور کسی بھی سماوی مذہب سے دور تھے۔ حتیٰ کہ بے شمار ہندوؤں کے اسلام میں داخل ہونے کے باوجود ان میں ہندوانہ کلچر کے اثرات باقی تھے۔ انہی رسومات میں سے ایک رسم جہیز کی تھی چونکہ لڑکیوں کو جائیداد میں حصہ نہیں دیتے تھے اس لیے شادی کے وقت جو میسر ہو سکا اکٹھا لڑکی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ ہندوؤں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی آہستہ آہستہ اس رسم کو اپنا لیا۔ حتیٰ کہ جہیز شادی کا لازم جزو بن گیا اور غریب والدین کے لیے مستقل سر درد۔[18]" حکیم

الامت مفتی احمد یار خان نعیمی جہیز کے بڑھتے رجحانات کے نقصانات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"ان کی وجہ سے شریف غریبوں کی لڑکیاں بیٹھی رہتی ہیں اور مالداروں کی لڑکیاں ٹھکانے لگ جاتی ہیں۔ کیونکہ لوگ اپنے بیٹوں کا پیغام وہاں ہی لے جاتے ہیں جہاں جہیز زیادہ ملے اگر ہر جگہ کیلئے جہیز مقرر ہو جائے کہ امیر وغریب سب اتنا ہی جہیز وغیرہ دیں تو ہر مسلمان کی لڑکی جلد ٹھکانے لگ جائے (یعنی اس کی شادی ہو جائے)۔[19]" دولہن کے والدین کی طرف سے دولہن کو جہیز دینے کی دو بنیادی وجہیں ہیں:

اول: جو وجہ سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ لڑکی سسرال میں خوش رہے اور اسے سسرال والوں سے کچھ طلب نہ کرنا پڑے۔ چنانچہ ام عبد المنیب جہیز کی وجہ کچھ یوں بیان کرتی ہیں:"اصل میں والدین بیٹی کو خوش کرنے اور اسے اپنے سسرال میں خوش رکھنے کے لیے جہیز دیتے ہیں بلکہ سسرال والوں کو بھی قیمتی تحائف سے نوازا جاتا ہے اور بیٹی کو اس قدر لادا جاتا ہے کہ کبھی اسے اپنے استعمال کے لیے سسرال والوں سے کوئی چیز نہ مانگنی پڑے۔ یہ سلسلہ اس کے مرنے تک جاری رہتا ہے۔[20]"

دوم: اس میں یہ وجہ بھی ہوتی ہے کہ دولہا والے دولہن کو غربت اور افلاسی کا طعنہ نہ دیں۔ اس وجہ سے دولہن والے اپنی بچی کو بہت سارا جہیز دیتے ہیں۔ اس طعن سے بچنے کیلئے مفتی احمد یار خان نعیمیؒ لکھتے ہیں:"اور اپنی لڑکیوں کو سکھا دو کہ اگر ان کی ساس یا نند طعنہ دیں تو وہ جواب دیں کہ میں سنت طریقہ اور حضرت خاتون جنت کی غلامی میں تمہارے گھر آئی ہوں۔ اگر تم نے مجھ پر طعنہ کیا تو تمہارا یہ طعنہ مجھ پر نہ ہو گا بلکہ اسلام اور بانئ اسلام علیہ السلام پر ہو گا۔ ساس نند بھی خوب یاد رکھیں کہ اگر انہوں نے یہ جواب سن کر بھی زبان نہ روکی۔ تو ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔[21]" جہیز کا یہ تصور اسلامی تعلیمات کے منافی اور خلاف ہے ۔ اسلام نے زوجین کے حقوق کو تفصیلا کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ اسلام نے بیوی کا نان ونفقہ اور رہائش شوہر کے ذمہ کی ہے اور لڑکی کو ان حقوق سے آزاد کر دیا ہے۔ لڑکی کا نان ونفقہ اور رہائش کی ذمہ داری لڑکی کے والدین کے ذمہ نہیں۔ شریعت مطہرہ نے مرد پر لازم اور فرض کر دیا ہے کہ وہ اس کے لباس، کھانے اور اس کو بہتر رہائش مہیا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے: "اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَا ءِبِمَافَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعضٍ وَّبِمَااَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔" [22]" مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور اس وجہ سے کہ وہ اپنے مالوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔ "پہلے وقتوں میں آزاد کشمیر میں جہیز کا زیادہ رواج نہ تھا۔ گزشتہ چند برسوں سے یہ رواج زور پکڑ رہا ہے۔ پہلے دیئے جانے والا جہیز کا سامان مختصر ہوتا تھا البتہ اب اس میں وسعت آتی جارہی ہے۔ پہلے لڑکی والے اپنی بساط کے مطابق دیتے تھے مگر اب لڑکے والے جہیز میں بڑی بڑی اشیاء مانگنے میں قطعاً ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ جہیز کی اس لعنت نے غریبوں کو احساس کمتری میں مبتلا کر دیا ہے۔ بلکہ اس سے لڑکیوں کی شادی میں رکاوٹ آرہی ہے۔ اور وہ ساری زندگی اپنے والدین کے در پر بیٹھی رہ جاتی ہیں۔ اس بُری رسم کا خاتمہ ایک اہم دینی واخلاقی ضرورت ہے۔

ولیمہ کا غیر مسنون طریقہ

دعوت ولیمہ سنت نبوی ہے۔ دعوت ولیمہ اسی طرح کرنی چاہیے جس میں اسلامی ہدایات کے منافی کچھ نہ ہو۔ لیکن آزاد کشمیر میں اس کے برعکس ہوتا ہے شادی بیاہ کی دوسری رسموں کی طرح ولیمہ بھی بہت سی خرابیوں کا باعث بن گیا ہے۔ حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں: ''بارات کی طرح ولیمے میں بھی بہت سے لوگوں کو مدعو کیا جاتا ہے اور استطاعت سے بڑھ کر مختلف اقسام کے کھانوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ غریب رشتے داروں کی شرکت کو ناپسندیدہ اور اپنے مقام کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ ولیمے میں بھی بے پردگی کا طوفان برپا ہوتا ہے۔ اس پر مووی کے ذریعے مردوں کے ساتھ عورتوں کی بھی حرکات و سکنات کو محفوظ کرتے ہیں جو کہ شریعت کے سراسر خلاف ہے۔ [23]''مسنون ولیمے کی صورت میں تمام اپنے پرائے، امیر غریب، واقف و ناواقف سب کی تمیز ختم ہو جاتی ہے لیکن ہمارے مروجہ طریقے میں پڑوسی کو اس کی دعوت تک نہیں دی جاتی۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے مفادات کن لوگوں سے ہیں یا کن لوگوں سے تعلقات رکھنے چاہیے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی شادی بیان کے نام پر ہونے والی غیر شرعی حرکات کا حل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مسلمانو! اوّلاً تو اپنی بیاہ بارات سے ساری حرام رسمیں نکال ڈالو، باجے آتشبازی، عورتوں کے گانے، میراثی ڈوم وغیرہ کے گیت، رنڈیوں کے ناچ، عورتوں اور مردوں کا میل جول، پھول پتی کا لٹانا ایک دم اللہ عزوجل! کا نام لے کر مٹادو۔ اب رہی فضول خرچی کی رسمیں ان کو یا تو بند ہی کر دو اگر بند نہ کر سکو تو ان کیلئے ایسی حد مقرر کر دو جس سے فضول خرچی نہ رہے اور گھر کی بربادی نہ ہو۔ جنہیں امیر و غریب سب بے تکلف پورا کر سکیں۔ لہٰذا ہماری رائے یہ ہے کہ اس طریقہ سے نکاح کی رسم ادا ہونی چاہیے۔ [24]'' یہ تمام وہ رسوم و رواج ہیں جو غیر شرعی اور ہندوؤں سے مسلمانوں میں منتقل ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے فضول خرچی بھی ہوتی ہے اور اسلامی تعلیمات کی روگردانی کے سبب غضب الٰہی کو دعوت بھی دیتا ہے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمیؒ نے جس طرح مسلمانوں کو ضمیر کو جھنجھوڑ کر اپنے مخاطب کیا ہے کہ ان تمام خرافات سے اجتناب اور احتراز برتا جائے۔ ہندوانہ رسوم و رواج کیلئے ان نسخہ کیمیا پر عمل کرنا از حد ضروری ہے تاکہ ہم فضول خرچی سے بھی بچ جائیں اور اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی اور غضب سے بھی محفوظ ہو جائیں۔

نتیجہ بحث

معاشرے کی ابتداء اور ارتقاء کے ساتھ ہی رسم و رواج بھی جنم لیتی ہیں۔ رسمیں کسی بھی معاشرے میں اچانک نمودار نہیں ہوتیں بلکہ ان کے پیچھے قدیم اعتقاد و نظریات موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح قوموں کے تہذیب و تمدن پر ان کے رسم و رواج کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ آزاد کشمیر کے مسلمانوں میں ہندوانہ رسم و رواج کا اثر دکھائی دیتا ہے۔ ہندوؤں کی فضول رسم و رواج کی وجہ سے آزاد کشمیر کے مسلمان جانی اور مالی نقصان بھی اُٹھا رہے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں کبھی بھی ان رسموں کا رواج نہیں رہا۔ رسوم و رواج کیلئے ضروری ہے کہ وہ شریعت اور دین کے منافی نہ ہوں۔ شریعت اسلامی کبھی بھی کسی موقع پر فضول خرچی کی اجازت نہیں دیتی۔ دوسری طرف ہمارا رہن سہن، رسم و رواج اور طرز معاشرت میں ہندوانہ رسوم و رواج داخل ہو چکی ہیں

۔شادی بیاہ میں موجودہ اکثر رسوم ورواج وہ ہیں جو شریعت کے منافی ہیں۔ان رسوم ورواج میں ایک طرف فضول خرچی ہے تو دوسری طرف بعض رسوم میں بے پردگی اور مردوزن کا ایسا اختلاط ہے جس کی وجہ سے بے حیائی کو فروغ ملتا ہے۔

9۔سفارشات:

زیر نظر موضوع سے متعلق درج ذیل سفارشات وتجاویز پیش کی جارہی ہیں:

۱۔ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اسلام نے ہر میدان میں ہماری رہنمائی کی ہے اور ہر معاملہ میں اسلام کی بطور مذہب ہدایات بڑی واضح ہیں۔ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زندگی اسلامی احکامات کے مطابق گزاریں۔

۲۔ وہ تمام رسوم ورواج جن کا ثبوت دین اسلام میں نہیں اور وہ فضول خرچی یا بے حیائی کا سبب ہیں ان سے اجتناب از حد ضروری ہے۔

۳۔ مساجد کے منبر ومحراب سے ان رسوم کے خلاف مؤثر آواز اُٹھائی جائے۔

۴۔ اساتذہ کرام پر لازم ہے کہ لوگوں کو فضول اور بے ہودہ رسومات سے متعلق آگاہ کریں اور یہ بات واضح کریں کہ ہندوانہ رسوم در حقیقت اسلامی ثقافت کیلئے زہر قاتل کی طرح ہیں جن سے احتراز لازم اور ضروری ہے۔

۵۔ اس موضوع پر یونیورسٹیز اور درسگاہوں میں کانفرنسز، تربیتی ورکشاپس اور تحقیقی سیمینارز کرائے جائیں۔

۶۔ جرائد ورسائل میں اس موضوع سے متعلق مضامین شائع کیے جائیں تاکہ ہندوانہ رسوم ورواج سے متعلق آگاہی ممکن ہو سکے۔

۷۔ ٹیلی ویژن اور ریڈیو سے مختلف ڈاکومینٹرز نشر کی جائیں جس میں اسلامی ثقافت کو فروغ دیا جائے اور ہندوانہ رسوم کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

۸۔ میگزین اور اخبارات میں ان فضول رسوم سے متعلق کالمز لکھے جائیں۔

۹۔ حکومت اور بااختیار ادارے اس حوالے سے کوئی پالیسی مرتب کریں تاکہ ان غیر شرعی رسومات کا خاتمہ ہو سکے۔

۱۰۔ معاشرے کے بااثر افراد ان رسوم ورواج کی حوصلہ شکنی کریں اور اسلامی ثقافت کی فروغ وترویج کیلئے اپنے حصہ کا کردار ادا کریں

References

[1]Muhammad Amānat Rasūl, ‘*’Aqwām-e-ʿĀlāam key Rawāj-o-Qawāneen kā Islām kā Mʿeyār-e-Rad-o-Qubūl’: Se Māhī Tajziyāt* (Islamabad, 2015), 1.

[2]Al-Mumtahinah 60:04.

[3]Sulaymān Ibn Ash’ath al-Sajistānī, *Al-Sunan* (Al-Riyādh, Dār al-Salām al-Nashr wa al-Taowzīʿ, 2009), 2:203.

[4]Muhammad Amjad ʿAlī Aʿzmī, *Bahār-e-Shariʿat* (Karachi: Maktabah al-Madina, n.d), 104.

[5]Muhammad Zubair Bhattī, *Bīswī Ṣadī kā Kashmir* (Lahore: Zāhid Naveed Printers, 2005), 28.
[6]Imām Muḥammad Ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, *"Kitāb Bad' al-Khalq": Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Al-Riyādh, Dār al-Salām al-Nashr wa al-Taowzīʿ, 2009).
[7]Ahmad Yār Khan Naʿeemī*, Islāmī Zindgī*, 41.
[8]Al-Aʿrāf 07:31.
[9]Ahmad Chishtī, *Islām mein Shādī kā Tasowar*, (Lahore: Zāvia Publishers, 2003), 77-78.
[10]Umme Abd al-Muneeb, *Shādi ki Rasūmāt aur Daʿwatein aur in mein Shirkat* (Lahore: Mashrabah ʿIlm-o-ḥikmat, 2013), 124.
[11]Aʿzmī, *Bahār-e-Shariʿat* Aāzmi, 7:106.
[12]Naʿeemī*, Islāmī Zindgī*, 67.
[13]Aʿzmī, *Bahār-e-Shariʿat* Aāzmi, 7:105.
[14]Umme Abd al-Muneeb, *Shādi ki Rasūmāt aur Daʿwatein*, 28.
[15]Al-Mā'idah 05:51.
[16]Umme Abd al-Muneeb, *Shādi ki Rasūmāt aur Daʿwatein* (2009) 24-25.
[17]Muzaffar Hassan Malik, *Nasliyāt Pakistan* (Islamabad: Maqtdarah Qūmī Zubān, 2003), 163.
[18]Musa Khān, *Islām mein Aourat kī Ḥeysiat* (Lahore: Duʿā Publications, 2004), 103.
[19]Naʿeemī*, Islāmī Zindgī* Nāeemi, 48.
[20]Umme Abd al-Muneeb, *Shādi ki Rasūmāt aur Daʿwatein* (2010), 16-17.
[21]Naʿeemī*, Islāmī Zindgī*, 57.
[22]Al-Nisā' 04:34.
[23]Ṣalāḥ al-Dīn Yousaf, *Shādī Biyāh* (Lahore: Urdu Bāzār, 2014), 4.
[24]Naʿeemī*, Islāmī Zindgī,* 54.